## سوال

ں کے احکام

## جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

پڑوس اور راستوں کے احکام

---

# الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

تہ!

عد!

فقہائے کرام نے کتب فقہ میں پڑوسیوں اور راستوں کے احکام تفصیل سے بیان کیے ہیں کیونکہ اس موضوع کی بہت اہمیت اور ضرورت ہے۔

م طور پر پڑوسیوں کے درمیان مسائل اور الجھنیں پیدا ہوجاتی ہیں جن کا حل اور علاج نہایت ضروری ہے تاکہ اختلافات کے نتیجے میں عداوت ونزاع تک نوبت نہ پہنچنے پائے۔ اس کے حل کے لیے جو متعدد اصول وضوابط ہیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

1۔ عدل وانصاف کو پیش نظر رکھ کر ان میں صلح کرادی جائے۔

2۔ اگر کسی کو اپنے پڑوسی کی زمین کے ساتھ ساتھ یا اس کی سطح پر پانی چلانے اور جاری کرنے کی ضرورت ہو تو اس بارے میں کسی معاوضے پر دونوں صلح کرلیں تو جائز ہے کیونکہ ضرورت اس کی متقاضی ہے۔ اگر یہ معاوضہ کسی فائدے کے مقابلے میں ہے جبکہ صاحب زمین کی ملکیت برقرار رہے تو یہ عقد "اجا

3۔ اگر کسی کو اپنے پڑوسی کی زمین میں سے گزرگاہ کی ضرورت ہو تو وہ پڑوسی سے صلح کرلے یا راستے کی ضرورت کے مطابق جگہ خریدلے، دونوں طرح جائز ہے کیونکہ ضرورت وحاجت اسی کی متقاضی ہے۔ مالک زمین کے لیے لائق نہیں کہ وہ اپنے پڑوسی کو گزرگاہ کے استعمال سے منع کرے یا اس کی مجبوری

4۔ اگر درخت کی کوئی شاخ بڑھ کر پڑوسی کی زمین پر اس کی فضا میں چلی گئی تو درخت کے مالک کو چاہیے کہ اسے کاٹ دے یا اپنی زمین کی طرف موڑلے تاکہ پڑوسی کی زمین کی جگہ یا فضا خالی اور صاف رہے۔ اگر شاخ کا مالک ایسا کرنے سے انکار کردے تو مالک زمین خود ہی اسے ختم کرسکتا ہے کیونکہ وہ حملہ آور

5۔ اگر پڑوسی کی زمین میں درخت کی جڑ چلی گئی تو اس کا حکم بھی وہی ہے جو شاخ والا تھا جس کا بیان اوپر گزرچکا ہے۔

6۔ کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی ملکیت کی زمین یا مکان وغیرہ میں ایسی تبدیلی کرے جو اس کے پڑوسی کے لیے تکلیف یا نقصان کا باعث ہو، مثلاً: حمام بنانا یا تنور لگانا یا قہوہ خانہ بنانا یا کارخانہ وفیکٹری لگانا، جس کی حرکت یا آواز باعث تکلیف ہو، یا روشن دان یا کھڑکی کھولنا جس کے ذریعے سے پڑوسی کے

رمایا:

نع جارٌ جارَهُ أن يغرِزَ خشبةً في جداره"

ا اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار لکڑی رکھنے سے نہ روکے۔"[1]

بیان کرکے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے: "تعجب ہے کہ میں تمھیں دیکھ رہا ہوں کہ تم (اس حکم کو ماننے سے) گریز کررہے ہو، اللہ کی قسم! میں ضرور اس کو تمہارے کندھوں کے درمیان ماروں گا۔"[2]

اس روایت سے ثابت ہوا کہ کسی کے لائق نہیں کہ وہ اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار پر لکڑی رکھنے سے منع کرے۔ اگر کوئی رکاوٹ بنے تو حاکم اس پر زبردستی بھی کرسکتا ہے کیونکہ پڑوسی کو یہ حق شرعاً حاصل ہے۔

ستوں سے متعلق اہم شرعی احکام یہ ہیں:

1۔ راستوں کے سلسلے میں مسلمانوں کو تنگ کرنا جائز نہیں بلکہ ضروری ہے کہ راستوں کو کھلا رکھا جائے اور تکلیف دہ چیز کو دور کیا جائے کیونکہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق یہ عمل ایمان کا حصہ ہے۔

2۔ کسی کے لیے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ اپنی ملکیت کی جگہ میں ردوبدل کرکے راستے کو تنگ کرے، مثلاً: راستے کے اوپر چھت ڈال دے تاکہ سوار یا بوجھ اٹھانے والے وہاں سے گزر نہ سکیں یا راستے میں بیٹھنے کے لیے کوئی چبوترہ بنالے۔

3۔ اسی طرح راستے میں جانور باندھنا یا گزرگاہ میں گاڑی کھڑی کرنا جائز نہیں کیونکہ اس سے راستہ تنگ ہوتا ہے، نیز یہ چیز حادثات کا سبب بنتی ہے۔

مۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی عمارت کا کوئی حصہ مسلمانوں کی گزرگاہوں کی طرف باہر نکالے حتیٰ کہ دیوار کو سیمنٹ کرنا بھی جائز نہیں مگر اس صورت میں جائز ہے کہ دیوار کو اپنی حدود میں اتنا اندر کی طرف بنایا جائے جتنی سیمنٹ کی تہہ کی موٹائی ہے۔"[3]

4۔ راستے میں کوئی پودا لگانا یا عمارت کھڑی کرنا، گڑھا کھودنا، ایندھن کا ڈھیر لگانا، جانور ذبح کرنا، کوڑا کرکٹ یا راکھ وغیرہ پھینکنا جو گزرنے والوں کے لیے پریشانی اور تکلیف کا باعث ہو، ممنوع ہے۔

مے داروں پر لازم ہے کہ لوگوں کو مذکورہ اشیاء راستوں میں پھینکنے سے روکیں جو باز نہ آئے اسے سخت سزائیں کیونکہ اس کے بارے میں لوگ نہایت سستی اور کوتاہی کرجاتے ہیں۔ اپنے فوائد کے حصول کی خاطر راستے تنگ کرتے ہیں، گاڑیاں کھڑی کرتے ہیں، عمارت کے لیے اینٹیں، لوہا، سیمنٹ وغیرہ را

تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ٥٨... سورة الاحزاب

ں مردوں اور مومن عورتوں کو ایذا دیں بغیر کسی جرم کے جو ان سے سرزد ہوا، وہ (بڑے ہی) بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔"[4]

سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

سلِمَ المسلِمُون مِن لِسانِہِ وَیدِہِ"

ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ "[5]

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے :

تُّون شُعبَۃً، فَأَفضَلُہا قَولُ : لَاإِلَہَ إِلَّا اللّٰہُ، وَأَدْنَاہَا إِمَاطَۃُ الأَذَی عَنِ الطَّرِیقِ، وَالحَیاءُ شُعبَۃٌ مِنَ الإِیمَانِ"

تر سے کچھ زیادہ شعبے ہیں جن میں سب سے افضل واعلیٰ "لاالہ الا اللہ" کہنا ہے اور سب سے ادنیٰ درجہ، راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دیتا ہے۔ اور حیا بھی ایمان کا ایک حصہ (شعبہ) ہے۔ "[6]

علاوہ ازیں اور بھی بہت سی روایات ہیں جو مسلمانوں کے حقوق کا احترام کرنے کی رغبت دلاتی ہیں اور انھیں تکلیف دینے سے روکتی ہیں۔ مسلمانوں کے لیے سب سے بڑھ کر تکلیف دہ صورت یہ ہے کہ ان کے عام راستے بند یا تنگ کیے جائیں اور ان میں رکاوٹیں کھڑی کر دی جائیں کہ لوگوں کا گزرنا مشکل ہو

## شفعہ کے احکام

خوذ ہے جس کے لغوی معنی "جفت" کے ہیں۔ چونکہ شفعہ کرنے والا بیعہ کو جو کہ منفرد تھا، شفعہ کے ذریعے سے اپنی ملکیت میں ملاتا ہے، چنانچہ اسے شفعہ کہا جاتا ہے۔

شفعہ سنت صحیحہ سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ نے شفعے کے ذریعے سے فساد و نقصان کا وہ دروازہ بند کیا ہے جو شراکت سے تعلق رکھتا ہے۔

رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : "بندوں کی مصلحتوں کے بارے میں اسلامی شریعت کی خوبیوں اور اس کے عدل وانصاف پر مبنی قوانین میں سے ایک چیز شفعہ بھی ہے۔ شارع علیہ السلام کے احکامات کی حکمت کا تقاضا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو مکلفین شرع کا نقصان نہ ہو جبکہ شراکت عموماً نقصان ہی کا باعث بنتی۔

طرح وہ اپنے شریک کو ضرر سے بچا سکتا ہے اس میں بائع کا کوئی نقصان نہیں کیونکہ وہ اپنا حق قیمت کی صورت میں وصول کر رہا ہے۔ شفعہ عدل وانصاف کی عظیم اور بہترین شکل ہے۔ انسانی عقل وفطرت کے عین مطابق ہے اور بندوں کی مصلحتوں کے موافق ہے۔ "[7]

ن کی عبارت سے واضح ہوا کہ حیلہ جوئی کرکے کسی کو حق شفعہ سے محروم کرنا شارع علیہ السلام کی مطلوب حکمتوں کی مخالفت ہے بلکہ ان کے اعلیٰ مقاصد کو نقصان پہنچانا ہے۔

ا (1)۔

(2)۔ فقہائے اسلام کی اصطلاح میں شفعے کا مفہوم یہ ہے کہ "ایک شخص نے مشترکہ چیز میں سے اپنا حصہ فروخت کر دیا تو دوسرے شریک کا یہ حق ہے کہ وہ چیز جس کے قبضے میں چلی گئی ہے اسے اتنی ہی قیمت ادا کر کے اس سے وہ چیز حاصل کر لے۔"

(3)۔ اگر مشترک چیز کا ایک حصہ شریک کے علاوہ کسی اجنبی شخص نے خرید لیا تو اس پر لازم ہے کہ وہ حصہ شافع (شفعے کا مطالبہ کرنے والے) کو قیمت خرید وفروخت کر دے کیونکہ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالشفعۃ فی کل مالم یقسم، فإذا وقعت الحدود وصرفت الطرق فلا شفعۃ"

صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ یہ ہے کہ ہر اس چیز میں شفعے کا حق ہے جو تقسیم نہ ہوئی ہو۔ اگر حدود متعین ہو جائیں اور راستے الگ الگ ہو جائیں تو شفعے کا حق باقی نہیں رہتا۔ "[8]

شریک کے حق میں شفعے کو ثابت کرتی ہے۔ شفعہ ان چیزوں میں ثابت ہوتا ہے جو تقسیم ہو سکیں، مثلاً : زمین، پلاٹ، باغ وغیرہ۔ اگر چیز تقسیم کے قابل نہیں جیسا کہ گھر کا سامان، حیوان وغیرہ تو ان میں شفعہ نہیں۔

ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

"لَا یَحِلُّ لَہُ أَن یَبِیعَ حَتَّیٰ یُؤذِنَ شَرِیکَہُ"

جائز نہیں کہ وہ اپنے شریک کو اطلاع دیے بغیر (مشترک شے) فروخت کرے۔ "[9]

لیہ فرماتے ہیں : "کسی بھی شخص کے لیے حرام ہے کہ وہ مشترک شے اپنے شریک کو اطلاع دیے بغیر فروخت کرے۔ اگر اس نے ایسا کیا تو شفیع خریدنے کا زیادہ حقدار ہے۔ اگر شفیع کو بوقت بیع اطلاع کر دی گئی لیکن اس نے کہا کہ مجھے اس چیز کو ضرورت نہیں تو بعد از بیع وہ حق شفعہ کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ یہی

ہ اللہ علیہ نے جو کچھ کہا ہے بعض علماء کی یہی رائے ہے، البتہ جمہور علماء کے نزدیک شفیع کا حق شفعہ بیع کی اجازت دینے سے ساقط نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم۔

4۔ شفعہ شرعی حق ہے جس کا احترام واجب ہے اور اسے حیلہ سازی سے ساقط کرانا حرام ہے کیونکہ اس کا مقصد شریک کو ضرر و نقصان سے بچانا ہے جبکہ شفعے کو ساقط کرنے کے لیے حیلہ سازی اس کے جائز حق پر تعدی اور ظلم ہے۔

اللہ علیہ فرماتے ہیں : "کسی مسلمان کا حق شفعہ وغیرہ ساقط کرنے کے لیے حیلہ سازی کرنا حرام ہے۔ "[11]

ر صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

"لاترتکبوا ما ارتکبت الیہود، فتستحلوا محارم اللہ بأدنی الحیل"

عمال کا ارتکاب نہ کرو جن کا ارتکاب یہودیوں نے کیا، کہ تم مختلف حیلوں کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کا حلال قرار دینے لگو۔ "[12]

5۔ حق شفعہ کو ساقط کرنے کا ایک حیلہ یہ ہے کہ کوئی یہ ظاہر کرے کہ اس نے فلاں کو اپنا حصہ ہبہ کر دیا ہے جبکہ حقیقت میں اسے فروخت کیا ہو۔ اسی طرح اسقاط شفعہ کی ایک اور صورت یہ ہے کہ چیز کی قیمت بظاہر اس قدر بڑھا دی جائے کہ شریک کی قوت خرید سے باہر ہو۔

ہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : "حق شفعہ کو ختم کرنے کے لیے حیلہ کرنا ناجائز ہے۔ الفاظ کی تبدیلی سے معاملے کی حقیقت تبدیل نہیں ہو جاتی۔ "[13]

6ے :

"فإذا وقعت الحدود وصرفت الطرق فلا شفعۃ"

ود متعین ہو جائیں اور راستے الگ الگ ہو جائیں تو شفعے کا حق باقی نہیں رہتا۔ "[14]

ث سے واضح ہوتا ہے کہ جب حدود واقع ہوجائیں لیکن راستے مختلف نہ ہوں توشفعہ کا حق باقی ہے۔ امام احمد، ابن قیم اور تقی الدین رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے یہی رائے درست قرار دی ہے۔[15]

تے ہیں: پڑوس کا شفعہ حقوق میں شراکت کی بنا پر ثابت ہوجاتا ہے، جیسے پانی یا راستہ وغیرہ ایک ہو۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان کیا ہے اور ابن عقیل اور ابو محمد نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ امام حارثی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مختلف احادیث جمع کرنے سے یہی خلاصہ نکلتا ہے، نیز صرف پڑوس کی وجہ

7۔ اگر شفیع کو بیع کا علم ہو تو فوراً شفعے کا مطالبہ کرنے سے اس کا حق ثابت اور قائم رہے گا، اور اگر وہ شفعے کا مطالبہ نہیں کرتا تو اس کا حق شفعہ ساقط ہوجائے گا۔ اگر اسے بیع کا علم نہ ہو تو اس کا حق شفعہ قائم رہے گا اگرچہ کئی برس گزر جائیں۔

ںد علیہ کا قول ہے کہ "علماء کا اتفاق ہے کہ صاحب حق اگر غائب ہے تو وہ جب بھی آئے گا اسے شفعے کے مطالبے کا حق حاصل ہوگا۔"

شریکوں کے شفعے کا حق ان کے حصوں کے مطابق ہوگا۔ اگر ایک شریک شفعے کے مطالبے سے دست بردار ہوجائے تو دوسرا شریک وہ پوری جائیداد خریدے یا پوری چھوڑ دے کیونکہ کچھ حصہ لینے میں مشتری کا نقصان ہے۔ اور ایک شخص کے نقصان کے ازالے کے لیے دوسرے کو نقصان پہنچانا درست

---

حدیث[1] 2463 وصحیح مسلم المساقاۃ باب غرز الخشبہ فی جدار الجار حدیث 1609۔

حدیث[2] 2463 1609۔

لفتاوی[3] 30/10۔

احزاب[4] 33/58۔

حدیث[5] 10۔

حدیث[6] 35۔

لموقعین[7] 2/123۔

حدیث[8] 2257 ومسند احمد 399، 3/296۔

حدیث[9] 1608۔

م الموقعین[10] 2/123۔

م الموقعین[11] 3/260۔

الاعراف[12] 7/163۔

ابن تیمیہ[13]: 30/386۔

حدیث[14] 2257۔

م الموقعین[15]: 2/132۔

ذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

قرآن وحدیث کی روشنی میں فقہی احکام ومسائل

کتاب البیوع: جلد 02: صفحہ 95